Fikr-o-Nasar (Islamabad) 21:11 (1984)

اجتہاد کا ایک اہم اسلوب
قیاس اور اس کی حجیت

احمد حسن

قیاس فقہ اسلامی کا چوتھا ماخذ ہے ۔ قیاس میں چونکہ مجتہد کی رائے کو دخل ہوتا ہے اس لئے بعض علماء اصول نے اس کو سرے سے ماخذ ماننے سے ہی انکار کر دیا ہے ۔ اور ان کے نزدیک فقہ اسلامی کے تین ہی مآخذ ہیں ۔ کتاب ، سنت، اور اجماع (۱)ان کے نزدیک قیاس کی ثانوی حیثیت ہے ۔ یعنی قیاس فی نفسہ مثبت حکم نہیں ، مظہر حکم ہے ۔ حکم شرعی دراصل کتاب ، سنت اور اجماع ہی سے معلوم ہوتا ہے ۔ اور قیاس میں ان میں سے ہی کسی ایک کو اصل یا مقیس علیہ بنایا جاتا ہے ۔ اس لئے ایک اعتبار سے یہ تینوں ہی اصل مآخذ ہوئے ، اور قیاس حکم شرعی کو دریافت کرنے کا ایک طریقہ کار ہوا ۔

اسلام کے تشکیلی دور میں ایسے مسائل جن کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی حکم موجود نہ ہوتا ، رائے و قیاس کے ذریعہ ہی یہ حکم معلوم کیا جاتا۔ اس دور میں نئے پیش آنے والے مسائل ، جن کو حوادث اور نوازل کہا جاتا ہے ، اجتہاد کے ذریعہ ہی حل کئے جاتے ۔ اجتہاد میں عقل و رائے کا دخل ہوتا ۔ اس طرح شرعی احکام کے استنباط میں کثرت سے عقل و رائے کا استعمال ہونے لگا ۔ اجتہاد میں ازادی رائے سے یہ اندیشہ تھا کہ شرعی احکام ذاتی رحجان اور خواہشات سے متاثر نہ ہو جائیں ۔ تدوین حدیث کے بعد حدیث کے متعدد مجموعے تیار ہو گئے ۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جن احادیث کا مجتہدین کو علم نہ تھا ، ان کا بھی علم ہو گیا ۔ اس سے رائے و قیاس کا دائرہ اجتہاد میں قدرے محدود ہو گیا ۔ امام شافعی سے پہلے مالکی اور عراقی فقہاء کے یہاں

اجتہاد میں رائے و قیاس کا استعمال نسبتہً زیادہ تھا ۔ اجتہاد کے اصول و قواعد مکمل طور پر مدون نہیں ہوئے تھے ۔ تدوین حدیث اور اجتہاد کے قواعد منضبط ہونے کے بعد رائے و قیاس سے اجتہاد کی حجیت قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی شدید ضرورت محسوس ہوئی ۔ امام شافعی اور دوسرے ائمہ مجتہدین نے اجماع ، قیاس اور خبر واحد کی حجیت کو قرآن و سنت سے ثابت کیا ۔ امام شافعی نے سب سے پہلے جن آیات و احادیث سے قیاس کو ثابت کیا ، ان سے پہلے فقہاء نے ان سے اس طرح استدلال نہیں کیا تھا ۔ اس مقالہ میں ہم یہ بتلائیں گے کہ قیاس کی حجیت قرآن مجید ، سنت ، اجماع ، آثار و تعامل صحابہ اور عقلی دلائل سے ثابت ہے ۔ یہ دلائل امام شافعی سے قبل ہمیں نہیں ملتے اس لئے تاریخی طور پر اس کا آغاز ہم امام شافعی سے کرتے ہیں ۔

امام شافعی حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں :

۱ ۔ ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام ، وحیث ما کنتم خولوا وجوھکم شطرہ (بقرہ ۔ ۱۵)

اور جہاں کہیں سے آپ باہر جائیں تو اپنا رخ نماز پڑھتے وقت مسجد الحرام کی جانب کر لیا کیجئے ، اور تم لوگ جہاں کہیں بھی ہو اپنے رخ (نمازوں میں) اسی ، طرف کیا کرو ۔

۲ ۔ وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا ، فی ظلمات البروالبحر(انعام : ۹۷)۔

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے تاروں کو پیدا کیا ، تاکہ ان کے ذریعہ تم جنگل اور دریا (خشکی و تری) کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو ۔

۳ ۔ وعلامات ، وبالنجم ھم یھتدون (نحل ۔ ١٦)

اور بھی زمین میں بہت سے نشانات بنائے اور وہ ستاروں سے بھی راستہ معلوم کیا کرتے ہیں ۔

۴ ۔ واشھدوا ذوی عدل منکم (طلاق ۔ ۲)

اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کر لیا کرو ۔

۵ ۔ فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشھداء (بقرہ ۔ ۲۸۲)

(اگر دو مرد میسر نہ ہوں) تو جن گواہوں کو تم قابل اطمینان سمجھ کر

پسند کرو ، ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہو جائیں ـ
٦ ـ یاایها الذین آمنوا لاتقتلوا الصیدو انتم حرم ، ومن قتله منکم متحمداً فجزاء مثل ماقتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بلغ الکعبة (مائده ـ ۹۵)

اے ایمان والو ـ جب تم احرام کی حالت میں ہو ، تو کسی شکار کو نہ مارو ـ اور جو شخص تم میں سے قصداً شکار مارے گا تو اس پر اس شکار کے مساوی جس کو مارا ہے چوپایوں میں سے بدلہ واجب ہو گا ـ جس کا تخمینہ تم میں سے دو معتبر شخص کریں گے ، اور وہ چوپایہ حرم کعبہ میں پہنچایا جائے ـ

قیاس کا حجیت ثابت کرنے کے لئے امام شافعی نے ان آیات کو پیش کر کے تین دلیلیں دی ہیں :

اول : شارع نے مکلف کو یہ حکم دیا ہے کہ نماز پڑھتے وقت وہ کعبہ کی طرف منہ کرے ، اگر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ممکن ہو ، اس طرح کہ کعبہ سامنے نظر آ رہا ہو ، تو اس سے مکلف شارع کا عین مقصد پورا کرے گا ، یعنی ظاہراً اور باطناً دونوں طرح وہ حکم کی تعمیل کرے گا ـ جب تک کعبہ سامنے رہے اور اس کا دیکھنا ممکن ہو اس وقت اس کے لئے عین کعبہ سے رخ پھیرنا جائز نہیں ـ اور جب کعبہ سامنے نہ ہو ، اور مکلف ظاہر و باطن میں شارع کا عین مقصد پورا نہ کر سکے ، تو پھر بھی اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ جس طرف چاہے رخ پھیر لے ـ بلکہ اس کو چاہیئے کہ وہ عقل و فہم سے کام لے کر چاند ، سورج ، سمندر پہاڑ ، ستارے اور دوسری علامات کے ذریعہ سمت کعبہ تلاش کرنے کی کوشش کرے ـ ان علامات کے ذریعہ جب وہ سمت کعبہ تلاش کر کے اس طرف رخ کرے گا تو گویا وہ ظاہراً شارع کے حکم کی تعمیل کرے گا ، باطناً نہیں ـ اس مثال کو اب ہم قیاس پر منطبق کرتے ہیں ـ شارع مکلف سے یہ چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ شارع کے عین مطلوب تک پہنچے ـ جب مطلوب صراحت سے معلوم نہ ہو تو اس کو کوشش سے معلوم کرے ، جس کو اجتہاد کہتے ہیں ـ قیاس میں یہی صورت ہے ـ کتاب و سنت میں مذکورہ شرعی احکام پر براہ راست عمل کرنا شارع کے عین مطلوب تک پہنچنا ہے ـ یہ اس صورت میں ممکن ہے جب کسی مسئلہ کے بارے میں کتاب و سنت میں حکم موجود ہو ـ اس کو حکم منصوص علیہ کہتے ہیں ـ جب یہ حکم موجود

نہ ہو تو پھر قیاس سے کام لے ۔ یعنی اپنی عقل و فہم سے کام لے کر اجتہاد کے وہ طریقے اختیار کرے اور ان دلائل و علامات کو تلاش کرے جو اس کو مطلوب تک پہنچا دیں ۔ یعنی منصوص احکام کی علت نکال کر اس حکم کا اطلاق اشتراک علت کی بنا پر ان امور میں کرے جن کے بارے میں نص موجود نہ ہو ۔ اس عمل سے مکلف ظاہراً شارع کے مطلوب تک پہنچے گا ، باطناً نہیں ۔ اس لئے قیاس پر مبنی حکم ظنی ہوتا ہے ، نہ کہ قطعی ۔

دوم ۔ امام شافعی نے شہادت کے بارے میں دو آیتیں پیش کی ہیں ، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گواہ عادل یعنی معتبر ، ثقہ ، اور معاشرہ میں پسندیدہ شخص ہونا چاہیئے ۔تاہم شارع نے عادل کی تعیین حاکم کے اجتہاد پر چھوڑ دی ، کیونکہ مکلف عین عدل تک ، جو شارع کا مطلوب ہے ، نہیں پہنچ سکتا ۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ظاہر میں عادل ہو ، اور باطن میں نہ ہو ۔ حقیقت کا علم صرف اللہ تعالی کو ہے ۔ اس لئے انسان کو صرف اس قدر مکلف بنایا گیا ہے کہ ظاہری علامات سے کسی شخص کے عادل ہونے کے بارے میں معلوم کرلے ۔ ان علامات سے ظاہراً اس کے عادل ہونے کا علم ہو سکتا ہے ، باطناً نہیں ۔ اس کوشش کے بعد حاکم کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے ، کیونکہ ظاہراً و باطناً اس معاملہ میں مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں ۔ یہ مکلف کی قدرت سے باہر ہے ۔ قیاس میں بھی یہی صورت ہے ۔

سوم ۔ اگرکوئی حاجی حالت احرام میں شکار مارے تو اس کے بدلہ میں اس شکار کے مثل کوئی چوپایہ خرید کر حدود حرم میں قربان کرے اور اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کر دے ۔ مقتول شکار کے برابر جانور کا تخمینہ دو عادل شخص کریں گے ۔ صحابہ کے دور میں بھی ایسے واقعات پیش آئے تھے ، اور انھوں نے بجو کے بدلہ میں مینڈھا ، ہرنی کے بدلہ میں بکری ، خرگوش کے بدلہ میں بکری کا بچہ ، اسی طرح موش (یربوع) کے بدلہ میں بھی بکری کا بچہ صدقہ کیا تھا ۔

صحابہ نے جویہ جانور شکار کے مختلف جانوروں کے بدلہ میں تجویز کئے تھے یہ قطعی و یقینی طور پر ان کے مساوی نہیں تھے ۔ یہ تبادل محض تقریبی تھا ۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ شکار کے جنگلی جانوروں کے بالکل مشابہ چوپایوں میں کوئی جانور موجود ہو ، اور اس کو صدقہ کیا جائے ۔ اسی لئے اس کے

تخمینه کا فیصلہ دو معتبر شخصوں پر چھوڑا گیا ہے ۔ یہ بدلہ ان کے مساوی ظاہراً ہو گا باطناً نہیں ۔ تاہم یہ دونوں عادل شخص اس کی تعیین بغیر علامات اور آثار کے اپنی خواہش سے نہیں کر سکتے ۔ اس کے لئے انہیں ظاہری قرائن سے اس کا فیصلہ کرنا ہو گا ۔ ان قرائن سے انسان مطلوب تک پہنچ سکتا ہے ۔ یہی صورت قیاس میں ہے ۔

ان تینوں دلیلوں سے امام شافعی نے یہ ثابت کیا ہے کہ جن مسائل کے بارے میں منصوص احکام موجود نہ ہوں ، ان کے بارے میں قیاس کی بنیاد پر اجتہاد کرنا مجتہد پر فرض ہے ۔ کیونکہ مجتہد کو اپنی رائے اور خواہش سے شرعی حکم دریافت کرنے کی اجازت نہیں ہے ۔ مجتہد جب دلائل کی بنیاد پر کوئی حکم دریافت کرے گا تو گویا وہ کتاب سنت کے منصوص احکام پر بالواسطہ عمل کرے گا (۲)۔

امام شافعی نے قیاس کی کئی تعریفیں کی ہیں ۔ ان میں سے مندرجہ ذیل تعریف سے قیاس کی حجیت پر بھی روشنی پڑتی ہے :

والقیاس ماطلب بالدلائل علی موافقة الخبر المتقدم من الکتاب او السنة لانهما علم الحق المفترض طلبه ۔ کطلب ماوصفت قبله من القبلة والعدل والمثل(۳)

کتاب سنت میں جو احکام موجود ہیں ان کے مطابق دلائل کے ذریعہ شرعی حکم تلاش کرنے کو قیاس کہتے ہیں ، کیونکہ یہ دونوں اس حق کی نشانیاں ہیں جس کی تلاش فرض ہے ۔ اس سے قبل میں اس کی مثالیں بیان کر چکا ہوں ، جیسے تلاش سمت قبلہ ، شاهد عادل اور مقتول شکار کے مساوی کوئی پالتو چوپایہ ۔

اس تعریف سے امام شافعی کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح قرآن و سنت میں منصوص احکام کا جاننا فرض ہے ، اس طرح قیاس کے ذریعہ ان سے احکام مستنبط کرنا بھی فرض ہے ۔ ان دلائل کا ماحصل یہ ہے کہ جن مسائل کے حل میں انسانی عقل و رائے کا دخل ہے ان کے بارے میں اجتہاد کے ذریعہ معلوم کئے ہونے کسی حکم کو قطعی و یقینی نہیں کہا جا سکتا ۔

امام شافعی کے بعد اصول فقہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں اسی طرح قرآن و سنت ، آثار صحابہ ، اجماع صحابہ ، اور عقلی دلائل سے حجیت قیاس کو ثابت

کیا گیا ھے ۔ امام ابو بکر جصاص (متوفی ۳۷۰ ھ) نے اپنی کتاب الفصول فی الاصول میں قیاس کے جواز میں بےشمار دلائل پیش کئے ھیں ۔متاخرین فقہاء نے بھی انھی آیات و احادیث سے استدلال کیا ھے ۔ اور بعض نے ان پر اضافہ کیا ھے ۔ حجیت قیاس کے بارے میں پہلے ھم قرآن مجید کی آیات پیش کریں گے ، اس کے بعد ان احادیث ، آثار اور عقلی دلائل سے بحث کریں گے جن کو علماء اصول نے دلیل میں پیش کیا ھے ۔

قرآن مجید کی آیات یہ ھیں :

۱ ۔ والو الدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة ، وعلی المولودله رزقھن وکسوتھن بالمعروف . . . . فان ارادا فصالا عن تراض منھما وتشاور فلاجناح علیھما (بقره ۔ ۲۳۳)

اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں ۔ یہ حکم اس کے لئے ھے جو شیرخوارگی کی مدت پوری کرنی چاھے ۔ ان دودھ پلانے والی عورتوں کا روٹی کپڑا دستور کے موافق بچہ والے یعنی باپ کے ذمہ ھے ۔ . . . اگر دونوں ماں باپ آپس کی رضامندی اور باھمی مشورہ سے دودھ چھڑانا چاھیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں ۔

اس آیت میں دودھ پلانے والی عورتوں کو دستور کے مطابق روٹی کپڑا یا اجرت دینے کا حکم ھے ۔ اگر والدین بچہ کا دودھ چھڑانا چاھیں تو باھمی مشورہ سے ایسا کر سکتے ھیں ۔ اس آیت میں دودھ پلانے والی کو کھانا کپڑا کیسا اور کتنا دیا جائے اس کی کوئی تعیین نہیں ہے ، ۔ اسی طرح والدین کو دو سال سے پہلے بچہ کا دودھ چھڑانے کا اختیار دیا گیا ھے ۔ اس آیت میں ان مسائل کو آدمی کی رائے اور صوابدید (غالب ظن) پر چھوڑا گیا ھے ؛ اس سے رائے و قیاس کے استعمال کا جواز نکلتا ھے ۔

۲ ۔ لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن اوتفرضو الھن فریضة ۔ ومتحوھن ، علی الموسع قدره وعلی المقتر قدره (بقره ۔ ۲۳۶)

اگر تم عورتوں کو ایسی حالت میں طلاق دو کہ نہ تم نے ان کو ھاتھ لگایا ھو اور نہ تم نے ان کا مہر مقرر کیا ھو ، تو تم پر کوئی گناہ نہیں ۔ ھاں طلاق دینے کے بعد ایسی عورتوں سے کچھ سلوک کرو ، صاحب وسعت پر اس کی حیثیت کے

موافق لازم هے ، اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے موافق ۔

آیات سورة بقره ۔ ۲۴۱ اور احزاب ۔ ۴۹ بھی اسی موضوع سے متعلق ھیں ۔ اور ان مین بھی ایسے ھی احکام ھیں ۔ ان آیات میں شوھر کو حکم ھے که مطلقه بیوی کو مہر کے علاوہ ایک جوڑا بھی دے ۔ لیکن آیت میں اس کی کوئی تعیین نہیں کی گئی ۔ یه شوھر کی رائے ، دستور ، اور اس کے غالب ظن پر چھوڑا گیا ھے ۔

۳ ۔ فان خفتم الایقیما حدود الله فلاجناح علیهما فیما افتدت به (بقره ۔ ۲۲۹)

سو اگر تم لوگوں کو اس کا ڈر ھو که وہ دونوں میاں بیوی حدود خداوندی کو قائم نه رکھ سکیں گے تو اس مال کے دینے لینے میں ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں جو عورت خاوند کو دے کر جان چھڑا لے ۔

۴ ۔ ویسئلونک عن الیتٰمی ، قل اصلاح لهم خیر ، وان تخالطوهم فاخوانکم (بقره ۔ ۲۲۰)

اور لوگ آپ سے یتیموں کا حکم دریافت کرتے ھیں ۔ آپ فرما دیجئیے ھر صورت ان کے حال کی اصلاح کرنا بہتر ھے ۔ اور اگر تم ان کے خرچ کو شامل کرو ، تو وہ تمہارے بھائی ھیں ۔

۵ ۔ فاعف عنهم واستغفر لهم و شاورهم فی الامر ، فاذا عزمت فتوکل علی الله (آل عمران ۔ ۱۵۹)

سو اب آپ ان کو معاف کر دیجئیے اور ان کے لئے خدا سے بخشش طلب کیجئے ، اور ان سے اھم کاموں میں مشورہ طلب کرتے رھا کیجئیے ۔ پھر جب آپ کسی چیز کا پخته ارادہ کر لیں تو الله تعالی پر بھروسه کیجئیے ۔

ان آیتوں میں کئی احکام بیان کئے گئے ھیں ، اور بعض صورتوں میں انسان کی رائے و عقل پر فیصله چھوڑ دیا گیا ھے ۔ زوجین کے درمیان نباہ نه ھونے کی صورت میں خلع کا حکم ھے ۔ لیکن اس میں بھی رقم کی مقدار کی تعیین نہیں کی گئی ۔ اور اس کو زوجین کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ھے که آپس کی رضامندی سے جتنی رقم مناسب سمجھیں مقرر کر لیں ۔ اسی طرح یتیموں کی اصلاح حال کا معامله ان کے اولیاء کی صوابدید پر چھوڑا گیا ھے که وہ چاھیں تو ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا لیں یا علیحده رکھیں ۔ جس میں یتیموں کی

فلاح و بہبودی ہــو وہ کریں ۔ ایسا ھی مشورہ کا معاملہ ہے ۔ رســول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہم امور میں صحابہ سے مشـــورہ کرنے کا حکم ہے ۔ ظاہر ہے کہ باہمی مشورہ میں اختلاف رائے ہــوتا ہے ، اور مختلف لوگ اپنی اپنی رائے پیش کرتے ھیں ۔ بعــض ایسے امور جــن کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی حکم نہ ہوتا رســول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی رائے دیتے تھے ۔ وہ آپ کا اجتہاد تھا ۔

امام ابو بکر جصاص نے اس آیت کے ذیل میں ایک واقعہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ایک جنگ کے موقع پر ایک صحابی نے آپ سے یہ بھی دریافت کیا کہ فوج کے پڑاؤ کی جو جــگہ آپ نے تجویز فرمائی ہے کیا وہ وحی کے ذریعہ آپ کو بتلائی گئی ہے ، یا صرف آپ نے اپنی رائے سے تجویز کی ہے ۔ ان آیات سے بھی انسانی عقل ، فہم و بصیرت اور اجتہاد میں رائے کے استعمال کا جواز نکلتا ہے ۔

٦ ۔ وان خفتم الاتقسطوا فی الیٰتمی ، فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع ۔ فان خفتم الاتعدلوا فواحدۃ (نساء ۔ ۳)

اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کی بجائے اور عورتیں جو تم کو پسند ہوں ان میں سے دو ، دو ، تین ، تین ، اور چار چار عــورتــوں سے نــکاح کــر لــو ۔ پھر اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم چند عورتوں کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ھی بیوی پر اکتفا کرو ۔

۷۔ وابتلو الیٰتمی حتی اذا بلغــوا النکاح ، فان آنستم منہم رشدا فادفعوا الیہم اموالہم (نساء ۔ ٦)

اور یتیموں کی عقل و شعور کا جــائزہ لیتے رہا کرو ، یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں اہلیت دیکھو تو ان کے مال ان کے سپرد کرو ۔

۸ ۔ والذان یاتینہا منکم فآذوہما ، فان تابا واصلحا فاعرضوا عنہما (نساء ۔ ١٦)

اور تم میں سے جو دو شخص بدکاری کے مــرتکب ہوں تو تم ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ ، پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں ، اور آیــندہ اپنــی اصــلاح کر لیں تو تم ان دونوں سے درگذر کرو ۔

۹ ـ والّٰتی تخافون نشوزھــن ، فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھــن (نساء ـ ۳۴)

اور جن عورتوں کی سرکشی کا تم کو ڈر ھو ، پہلے ان کو سمجھاؤ ، پھر ان کو ان کے بســتروں میں تنہا چھوڑ دو پھر ان کو مارو ـ

۱۰ ـ وان امرأة خافت مــن بعلھا نشوزاً اوا عــراضا فلا جناح علیھما ان یصلحا بینھما صلحا (نساء ـ ۱۲۸)

اگر کسی عورت کــو اپنے خــاوند کی طرف سے زیادتی یا بےرغبتی کا خوف ھو تو دونوں پر اس میں گناہ نہیں کہ وہ آپس میں کسی طــور صلح کر لیں ـ

ان آیات میں بھی کئی احکام بیــان کئے گئے ھیں ، اور تفقد حــالات کے بعد مناسب فیصلہ کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ھے ـ تعدد ازواج کی اجازت اس شرط کے ســاتھ دی گئی ھے کہ چاروں بیویوں کے ساتھ انصاف کے ساتھ برتاؤ کیا جائے ـ یہ بات شوھر کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی ھے کہ وہ چاروں کے ســاتھ کس طرح سلوک کرے کہ ان میں سے کســی کو شــکایــت نہ ھو ـ یتیمــوں کے اولیاء کو یہ حــکم ھے کہ بالغ ھونے پر ان کا مال انھیں سپرد کر دیا جائے ، بشرطیکہ ان میں فہم و فــراست اور عقل و شعور کے آثار موجود ھوں ـ اس کا انحصار بھی ان کے ادراک پر ھے کہ وقتاً فوقتاً وہ اس کا جائزہ لیتے ھیں ـ حد زنا کا حکم نازل ھونے سے پہلے بدکاری کی سزا صرف ایذارســانی تھی ـ ظاھر ھے اس کو قاضی کی صوابدید پر چھوڑا گیا تھا ـ اسی طرح بیــوی کی نافــرمانی یا اس کے ساتھ شوھر کی بدسلوکی کا فیصلہ انسانی عقل و رائے سے ھی کیا جائے گا ـ ان کے درمیان مصالحت کا تعلق ان کے باھمی معاملات اور ثالثوں کی رائے سے ھے ـ تفقد حالات کے بعد ثالث صلح کرا دیں ، یا خــود ھی اپنے معاملات کو سلجھا لیں ـ

۱۱ ـ لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقــة او معروف او اصلاح بین الناس ـ (نساء ـ ۱۱۴)

عام لوگوں کی سرگوشی میں بسااوقات بھلائی نہیں ھوتی ، مگر ھاں وہ لوگ جو خیرات کرنے ، یا کسی اور نیک کام کرنے یا لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کی ترغیب دیں ـ

اس آیت میں صدقہ ، حسن سلوک ، اور لوگوں کی اصلاح حال کا حکم ہے ۔ ان امور کے بارے میں جو مشورے ہوں گے ان میں خیر ہے ۔ ظاہر ہے اس قسم کے امور کا تعلق بھی تفقد حالات اور عقل و فہم سے کام لے کر رائے دینے سے ہے ۔

۱۲ ۔ فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم (بقرہ ۔ ۱۹۴)

سو جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس کو زیادتی کی سزا دو ، جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے ۔

۱۳ ۔ وآت ذا القربی حقه والمسکین وابن السبیل ولاتبذر تبذیرا (بنی اسرائیل ۔ ۲٦)

اور قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو ، اور مسکین کو اور مسافر کو بھی (ان کا حق) دیا کرو ۔ اور بےجا اور بےموقع نہ اڑایا کرو ۔

۱۴ ۔ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا ، وکان بین ذلک قواما(الفرقان ۔ ٦۷)

اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں ، اور نہ وہ خرچ کرنے میں تنگی کرتے ہیں ۔ اور ان کا خرچ کرنا ان دونوں باتوں کے درمیان اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے ۔

۱۵ ۔ وعدالله الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت یستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم (نور ۔ ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ، ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں اسی طرح حکمراں بنائے گا جس طرح ان کو حکمراں بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے ۔

۱٦ ۔ فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی الله و الرسول ان کنتم تومنون بالله والیوم الآخر (نساء ۔ ۵۹)

پھر اگر تم کسی بات میں باہم جھگڑنے لگو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹایا کرو ، بشرطیکہ تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو

۱۷ ۔ وانزلنا الیک الذکرلتبین للناس مانزل الیهم ولعلهم یتفکرون (نحل ۔ ۴۴)

اور آپ پر بھی ہم نے یہ قرآن نازل کیا ہے تاکہ جو احکام لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں وہ احکام آپ ان کے روبرو خوب کھول کر بیان کر دیں اور تاکہ وہ

لوگ غور و فـکر کریں ـ

ان سب آیات مـیں قـدر مشترک یہ ہے کہ بعض امور انسان کی رائے اور غالب ظن پر چھوڑے گئے ہیں ـ مثلاً تمہارے ساتھ اگر کوئی زیادتی کرے تو اس زیادتی کے بقدر تم بھی اس کے بـدلـہ میں اس کو سزا دے سکتے ہو ، لیکن اس سزا کی مقدار کا فیصلہ انسان کی غالب رائے اور ظن پر چھوڑا گیا ہے ـ ایک آیت میں رشتہ داروں ، غریبوں اور مسافـروں پر خرچ کرنے کا حکم ہے بشرطیکہ اس میں اسراف نہ ہو ـ جس کا اندازہ انسان اپنی حیثیت کے مـطابق خود ہی کر سکتا ہے ـ اسی طرح صدقہ ، خیرات اور دیگر نفقات میں اسراف سے بچنے اور میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے ـ اس آیت میں انسان کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ اپنی ضروریات پر کتنا خرچ کرتا ہے ، اور دوسروں پر کتنا ـ ایک آیت میں اللہ تعالی کی طرف سے مسـلمانوں کو حکومت اور اقتدار دینے کا وعدہ کیا گیا ہے ـ اس صورت میں لوگوں کو کسی ایسے شخص کـو جـو خـلافت کا اہل ہو منتخب کرنا ہو گا ـ ظاہر ہے اس کا انتخاب لوگوں کی رائے ، اور فہم و بصیرت پر منحصر ہے کہ وہ کس کو منتخب کرتے ہیں ـ مطلوب تو یہ ہے کہ سب سے بہتر اور سب سے اہل اور باصلاحیت آدمی کو منتخب کریں ـ لیکن اس میں تسامح کا امکان ہے ـ اگلی آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ رائے و عقل سے اجتہـاد کے نتیجہ میں شرعی احکام میں جو اختلاف ہو ، وہ قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنے سے دور کیا جا سکتا ہے ـ آخری آیت میں تین امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ، اول یہ کـہ رسـول اللہ صلی اللہ علیـہ وسـلم نے قـرآن مجید کی آیات کی خـود تشـریح فرما دی ہے ـ اور کوئی آیت خفا کے درجہ میں نہیں ہے ـ دوم یہ کہ جو آیات مجمل ہیں ان کی وضاحت سنت سے کی جا سکتی ہے ، کیونکہ اس قسـم کی آیات کی تصریحات رسـول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ـ سوم یہ کـہ ایسے مسائل جن کے بارے میں قرآن مجید میں احـکام موجود نہیں ہیں ، ان کے بارے میں آیات میں غور و فکر اور قیاس کے ذریعہ احکام مستنبط کئے جا سکتے ہیں (۴)

۱۸ ـ فاعتبروا یا اولی الابصار (حشر ۲)

لہذا اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو ـ

حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے یہ سب سے اهم اور بنیادی آیت هے ـ ابراهیم بن علیه (متوفی ۲۱۸ هـ) نے غالباً سب سے پہلے حجیت قیاس پر اس آیت سے استدلال کیا هے (۵) ابو بکر جصاص و دیگر علماء اصول نے اس آیت پر بہت تفصیل سے بحث کی هے ـ ان سب کا اس پر اتفاق معلوم هوتا هے کہ اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا هے کہ قرآن و سنت میں جن مسائل کے بارے میں احکام موجود نہ هوں ان کو قیاس سے مستنبط کرنا چاهیئے ـ عربی لغت اور اصول فقہ کی کتابوں میں لفظ اعتبار پر جو قیاس کا مترادف ہے ، بہت مفصل بحثیں هیں ـ هم اختصار کے ساتھ اس کے لغوی معنی یہاں نقل کرتے هیں ـ عبرہ کے لفظی معنی یہ هیں کہ اس نے کسی چیز ، نہر یا دریا کو پار کیا ـ اعتبار ایک چیز کو دوسری سے مقابلہ کرنے کو بھی کہتے هیں ـ درهموں کے لئے جب اعتبار کا لفظ بولا جاتا هے تو اس سے مراد ان کی جانچ پڑتال یا کھرے کھوٹے کی پہچان هوتی ہے ـ اگر اعتبار عبرۃ سے ماخوذ سمجھا جائے تو اس کے معنی عبرت حاصل کرنا هیں ـ یعنی ماضی کے واقعات سے سبق لینا ـ عربی کے بعض محاورے اس طرف اشارہ کرتے هیں مثلاً کہا جاتا هے اعتبر بماضی : اس نے ماضی کے واقعات سے نصیحت حاصل کی ـ السعید من اعتبر بغیرہ : سعاد تمند وہ هے کہ جو دوسرے سے عبرت لے ـ تعبیر الرؤیا اور تعبیر الدنانیر میں عقل و فہم سے کام لینے کی طرف اشارہ هے ـ اس لفظ کے جتنے بھی مشتقات هیں ان سب میں تقابل ، غور و فکر یا نصیحت حاصل کرنے کا مفہوم پایا جاتا هے (٦)

اس آیت سے استدلال کرتے هوئے علماء اصول قیاس کو فرض بتاتے هیں۔

اس آیت میں ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ هے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا تھا ـ بنو نضیر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ معاهدہ تھا کہ وہ غیرجانبدار رهیں گے ـ لیکن غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست کے بعد انہوں نے اس معاهدہ کی خلاف ورزی کی ـ اور اپنے قلعوں میں محصور هو گئے ـ مسلمانوں نے یہ محاصرہ اس شرط پر ختم کیا کہ وہ مدینہ سے نکل جائیں ـ یہودیوں کا خیال تھا کہ وہ قلعہ بند هونے کے بعد محفوظ هو جائیں گے ـ اور مسلمان ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

لیکن ان کا یہ خیال غلط نکلا ۔ اور انھیں ہزیمت اٹھانی پڑی ۔ سورہ حشر کی ابتدائی آیات میں اس کا ذکر ہے ۔ ان کی اس عبرتناک شکست کو اللہ تعالی نے مسلمانوں کے لئے ایک مثال اور نمونہ بنا کر پیش کیا ۔ اور اس سے نصیحت حاصل کرنے کا حکم دیا ۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابو بکر جصاص لکھتے ہیں :

فاعتبروایا اولی الابصار ، والمعنی ، واللہ اعلم ان احکموا لمن فعل مثل فعلھم باستحقاق العقوبة والنکال من اللہ تعالی لئلا یقدموا علی مثل ما قدموا علیہ فلیستحقوا مثل ما استحقوا ۔ فدل علی ان الاعتبار ھو ان یحکم النبی بحکم نظیرہ المشارک لہ فی معناہ الذی تعلق استحقاق حکمہ (۷)

اے آنکھوں والو ، عبرت حاصل کرو ۔ اس کا مطلب یہ ہے ، واللہ اعلم ، کہ بنو نضیر نے جس فعل کا ارتکاب کیا تھا اگر کوئی دوسرا شخص یا قبیلہ اسی جیسے فعل کا ارتکاب کرے ، تو اس کے حق میں بھی ایسا ھی فیصلہ کرو ۔ یعنی وہ بھی اللہ تعالی کی طرف سے عبرتناک سزا کا مستحق ہو گا ، تاکہ دوسرے لوگ آیندہ اس قسم کا اقدام نہ کریں ، جیسا بنو نضیر نے کیا تھا ۔ پھر وہ بھی اسی سزا کے مستحق ہوں جیسے وہ اس کے مستحق ہوئے تھے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعتبار کا مطلب یہ ہے کہ نبی کسی مسئلہ میں اس کی نظیر (اس جیسے مسئلہ) کے حکم کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے ۔ جو اس کے ساتھ علت میں مشترک ہو ۔ اور اس بنا پر وہ اسی حکم کا مستحق ہو گا ۔

امام سرخسی کہتے ھیں کہ اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ حکم علت سے ثابت ہوتا ہے ۔ علت کی دو قسمیں ھیں جلی اور خفی ۔ جلی وہ ہے جو الفاظ کے ظاھری معنی سے معلوم ہو جائے ۔ خفی وہ ہے جو الفاظ پر غور و فکر کے بعد سمجھ میں آئے ۔ قیاس میں حکم دو امور کے درمیان اشتراک علت کی بنا پر لگایا جاتا ہے ؛ اور قیاس کر کے حکم کا اطلاق کرنا ایسا ھی ہے جیسے اصل منصوص حکم کا اطلاق کرنا ۔ اس کو رائے نہیں کہا جا سکتا ۔ حضرت ماعز اسلمی کو زنا کی سزا میں رجم کرنے کا ایک انفرادی واقعہ تھا ۔ لیکن اس کی علت نکال کر اس حکم کو عمومی بنا دیا گیا (۸)

صدر الشریعہ عبیدالدین مسعود کہتے ھیں کہ اعتبار کے دو مفہوم ھیں ۔

نصیحت حاصل کرنا اور قیاس کرنا ـ پہلا مفہوم آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے ـ دوسرا مفہوم الفاظ سے اشارۃً نکلتا ہے ، جس کو دلالت النص کہتے ہیں ـ اس آیت سے اللہ تعالی کا منشاء یہ ہے کـــہ ہمیں نہ صرف پچھلی قوموں کے تاریخی حالات و واقعـــات کا علم ہو ، بلکہ ہمیں ان کے عـــروج و زوال کے اسباب بھی معـــلوم کرنے چاہئیں ـ اس لئے بعض علماء اصول نے اس آیت سے یہ اصول مستنبط کیا ہے :

ان العلم بالعلة یوجب العلم بالحـــکم ، فکذا فی الاحکام الشرعیة(۹)

حـــکم کی علت کا علم خود حـــکم کے علم کا موجب ہوتا ہے ـ یہی صورت شرعی احکام کی بھی ہے ـ یعنی قیاس دلالت النص سے ثابت ہے ـ

فخر الاسلام بزدوی نے دو آیتوں کا اضافہ کیا ہے(۱۰)

۱۹ ـ ان فی ذلک لآیت لقوم یعقلون (رعد ـ ۴)

اور ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں (دلائل) ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں ـ

۲۰ ـ ولکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب لعلکم تتقون (بقرہ ـ ۱۷۹)

اور اے عقل والو! اس حکم قصاص میں تمہاری زندگی اور بقا ہے ، امید ہے کہ تم لوگ ناحق کی خوں ریزی سے پرہیز کرو گے ـ

ان آیات میں خدا کی نشانیوں اور احکام خداوندی میں غور و فـــکر کی دعوت دی گئی ہے قصاص سے بظاہر ایک جان تلف ہوتی ہے ، لیکن اس آیت سے معـــلوم ہوتا ہے قصاص انسانی زندگی کی بقا کا سبب ہے ـ اس آیت میں جو اسرار و رموز اور علم و حکمت کے خزانے پنہاں ہیں وہ بغیر تدبر و تفکر کے سمجھ میں نہیں آ سکتے ـ

امام شوکانی نے بعض فقہاء کا مندرجہ ذیل آیات سے استدلال بھی نقل کیا ہے :

۲۱ ـ ان اللہ لایستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضة فمافوقها (بقرہ ـ ۲۶)

ہاں واقعی اللہ تعالی اس بات سے نہیں شرماتا کـــہ وہ کوئی مثال بیان کرے، خواہ وہ مچھر کی ہو ، یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی ـ

۲۲ ـ قال من یحیی العظام وھی رمیم ـ قل یحییها الذی انشأها اول مرة (یس ـ

۷۸ ـ ۷۹)

کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو جو بالکل بوسیدہ اور پرانی ہو چکی ہوں کون زندہ کرے گا ـ آپ کہدیجئے ان ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا ہے ـ

۲۳ ـ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی ، یعظکم لعلکم تذکرون (نحل ـ ۹۰)

یقیناً اللہ انصاف ، بھلائی اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے ـ اور بےحیائی اور نامعقول کاموں کو اور تعدی اور سرکشی کو منع کرتا ہے ـ تم لوگوں کو اللہ تعالی اس لئے نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو ـ

پہلی دو آیتوں میں مچھر اور بوسیدہ ہڈیوں کا ذکر ہے ؛ اس سے دو چیزوں کے درمیان مشابہت اور مماثلت کی طرف اشارہ ہے ـ اس طرح تیسری آیت میں عدل قائم کرنے کا حکم ہے ـ عدل کے معنی دو مساوی چیزوں کو مساوی کرنا ہیں ـ قیاس میں بھی مقیس و مقیس علیہ کے درمیان اشتراک علت کی بنا پر دونوں پر ایک ہی حکم لگایا جاتا ہے ۱۱ ـ

حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے ایک آیت بھی کافی تھی ـ اتنی آیات کو استدلال میں پیش کرنے کا سبب یہ ہے کہ منکرین قیاس کی طرف سے حجیت قیاس پر سخت اعتراض کئے گئے ـ وہ قیاس کو دلیل شرعی نہیں مانتے تھے ـ اس لئے فقہاء اہل سنت نے قیاس کی حجیت کو ثابت کرنے کے لئے استقصاء سے کام لیا ہے ـ فقہ اسلامی کے تشکیلی دور میں جو اہل الرائے اور اہل الظاہر کے دو انتہا پسندانہ رحجانات پائے جاتے تھے قیاس ان کے درمیان ایک معتدل راستہ ہے ـ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی نے اپنے رسالہ میں حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے جو دلائل دیئے تھے منکرین ان سے مطمئن نہیں ہو سکے ـ اس لئے متاخرین فقہاء نے اس کی تائید میں مزید آیات اور احادیث پیش کیں ـ

مذکورہ بالا آیات حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے نص کا حکم نہیں رکھتیں ـ ان آیات کے مضامین سے مجموعی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ استنباط احکام میں شخصی رائے ، تفکر و تدبر ، فہم و بصیرت اور ذہنی قوتوں کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے ـ احکام کے استخراج کے لئے نصوص کو ان

کے ظاہری معنی تک محدود نہیں کیا گیا ، جیسا کہ اہل ظاہر کا موقف ہے ۔ اجتہادی مسائل میں کئی نقطہ ہائے نظر ہو سکتے ہیں ۔ ان آیات سے اجتہادی امور میں وسعت نظر اور روا داری کی تائید ہوتی ہے ۔ اس قسم کے مسائل میں صرف ایک قول کو ہی صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ امام شوکانی نے ان آیات سے قیاس کی حجیت پر فقہاء کے نقطہ نظر کو ذکر کرنے کے بعد ان پر تنقید کی ہے ، کیونکہ ان سے اشارۃً اس کی تائید ہوتی ہے ، نہ کہ ظاہراً اور نصاً (۱۲)

علماء اصول نے قیاس کی حجیت کو سنت سے بھی ثابت کیا ہے ۔ امام شافعی اس کی تائید میں مندرجہ ذیل حدیث پیش کرتے ہیں : حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران ۔ واذا حکم فاجتھدوا خطأً فلہ اجر ۔ جب کوئی حاکم کسی مسئلہ میں فیصلہ دے ، اور اجتہاد سے کام لے ، اور اس کا فیصلہ درست ہو تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور اگر کوئی حاکم کسی مسئلہ میں فیصلہ دے ، اور اجتہاد سے کام لے اور اس سے فیصلہ میں غلطی ہو جائے تو اس کو اکہرا ثواب ملے گا ۔ (۱۳) ۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مجتہد پر جو چیز فرض ہے وہ حکم شرعی معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے ؛ اس کوشش کے بعد نتیجہ صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلطی بھی ۔ مجتہد پر کوشش کرنا فرض ہے ، حق تک پہنچنا فرض نہیں ۔ اگر حق ، تک پہنچنا ضروری ہوتا تو مجتہد سے غلطی کی صورت میں اس کو ثواب نہ ملتا ۔ بلکہ منطقی طور پر اس کو اس پر سزا ملنی چاہئیے تھی ۔ نماز کے لئے سمت کعبہ تلاش کرنے کی کوشش (تحری) فرض ہے نہ کہ صحیح سمت کعبہ دریافت کرنا ۔ اسی طرح اجتہادی امور میں کوشش فرض ہے نہ کہ حق تک پہنچنا ۔

قیاس کی حجیت کو سنت سے ثابت کرنے کے لئے امام ابو بکر جصاص نے متعدد احادیث پیش کی ہیں ۔ کچھ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرعی احکام مستنبط کرنے کے لئے رائے و قیاس سے کام لیا جا سکتا ہے ۔۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو امور میں مشابہت کی

بنا پر بعض احکام صادر فرمائے ھیں ۔ امام ابو بکر جصاص اور دیگر علماء اصول نے اس موضوع پر کثرت سے احادیث نقل کی ھیں جن کا احاطہ اس مقالہ میں ممکن نہیں ۔ اس لئے ھم یہاں چند احادیث پر اکتفا کرتے ھیں ۔

۱ ۔ احادیث سے معلوم ھوتا ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اھم دینی امور میں صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے تھے ۔ صحابہ سے دینی امور میں مشورہ لینا خود اس بات کی دلیل ھے کہ شرعی احکام میں شخصی رائے اور عقل و فہم سے کام لیا جا سکتا ھے ۔ اذان اور غزوہ بدر کے قیدیوں کا معاملہ اور ایسے ھی متعدد امور میں آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا ۔ انھوں نے آپ کو اپنی اپنی رائے سے مطلع کیا ۔

۲ ۔ بنو قریظہ کا معاملہ آپ نے سعد بن معاذ کے سپرد فرمایا ۔ اور انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کر دیئے جائیں اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلہ کی توثیق فرمائی ۔

۳ ۔ صلح حدیبیہ کے معاھدہ میں سہیل بن عمرو کی طرف سے اصرار تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھا جائے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو یہی الفاظ لکھنے کا حکم دیا ۔ لیکن انھوں نے آپ کے ادب و احترام کے پیش نظر اس حکم کی تعمیل نہیں کی ۔ اور آپ نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا ۔

۴ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کسی شخص کو اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا ۔ بلکہ اس کا انتخاب امت مسلمہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا ۔ اس سے ظاھراً آپ کی مراد یہی ھو گی کہ مسلمان اپنی رائے اور باھمی مشورہ سے کسی اھل شخص کو اپنا خلیفہ بنائیں ۔ اور آیندہ بھی ایسا کرتے ھیں ۔

۵ ۔ ایک سفر میں حضرت عائشہ کا ھار گم ھو گیا تھا ۔ آپ نے کچھ صحابہ کو یہ ھار تلاش کرنے کے لئے بھیجا ۔ اس وقت تیمم کی آیت نازل نہیں ھوئی تھی ۔ جب نماز کا وقت ھوا تو انھوں نے بےوضو ھی نماز پڑھ لی ، کیونکہ پانی کہیں موجود نہیں تھا ۔ یہ انھوں نے اپنی رائے اور اجتہاد سے کیا تھا ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ھوا تو آپ نے نہ کوئی سرزنش

فرمائی اور نہ ھی ان کو قضا نماز پڑھنے کا حکم دیا ۔

٦ ۔ ایک دفعہ حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لئے جگانے کی غرض سے حاضر ہوئے ۔ اور آپ کو سوتا ھوا پا کر یہ الفاظ کہے : الصلوۃ خیر من النوم ۔ (نماز نیند سے بہتر ہے) ۔ آپ نے یہ الفاظ پسند فرمائے ، اور حکم دیا کہ ان کو فجر کی اذان میں شامل کر لیا جائے ۔

۷۔ ایک مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا ۔ اور آپ نے آخرش یہ سوال کیا کہ اگر قرآن و سنت میں کوئی حکم نہ ملے تو وہ کیا کریں گے ۔ انھوں نے جواب دیا کہ «اجتہد رائی » یعنی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا ۔ آپ نے ان کو ایسے مسائل میں جن کے بارے میں کوئی نص نہ ھو رائے سے اجتہاد کرنے کی اجازت دیدی ۔

امام ابو بکر جصاص یہ اور اسی طرح کی متعدد احادیث پیش کر کے لکھتے ھیں :

وقد روی عن النبی ﷺ فی اباحۃ المعالجۃ ، و استعمال الطب ، والادویۃ اخبار کثیرۃ ۔ وطریق ذلک کلہ الاجتھاد فی الرأی ۔ ۔ فھذہ الاخبار علی اختلاف متونھا وطرقھا توجب التوقیف من النبی ﷺ فی اباحۃ الاجتھاد فی احکام الحوادث ۔ وھی وان کان کل واحد وار دا من طریق روایات الافراد ، وانھا فی خبر التواتر من حیث یمتنع فی العادۃ ان تکون جمیعھا کذبا او غلطاً اووھما (۱۳) ۔

علاج کی اجازت اور طب اور ادویہ کے استعمال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بہت سی احادیث مروی ھیں ۔ اس قسم کی احادیث میں رائے سے اجتہاد کرنے کا جواز موجود ہے ۔ اگرچہ ان احادیث کی متون اور اسانید میں اختلاف ہے ، لیکن ان سے ھمیں یہ معلوم ھوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے پیش آنے والے واقعات سے متعلق احکام میں اجتہاد کی اجازت دی ہے ۔ ان میں سے ھر روایت انفرادی طور پر خبر واحد ہے ، لیکن مجموعی طور پر یہ متواتر ھیں اس لئے کہ عادۃً یہ ناممکن ہے کہ یہ ساری احادیث جھوٹ ، غلطی اور وھم پر مبنی ھوں ۔

اب ھم ذیل میں ایسی احادیث پیش کرتے ھیں جن میں دو چیزوں کے درمیان

مماثلت کی بنیاد پر احکام مستنبط کئے گئے ھیں ۔ اور ان سے یہ حکم نکلتا ھے کہ جو حکم کسی چیز کی نظیر کا ہے ، وھی اس چیز کا ھے ۔

۱ ۔ حضرت ابو ذرغفاری سے روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے بیوی کے ساتھ صحبت کرنے پر بھی ثواب ملتا ھے وہ کہتے ھیں کہ میں نے دریافت کیا کہ کیا اپنی خواھشات نفس (شہوات) پوری کرنے پر بھی ھمیں ثواب ملتا ھے ؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی حرام فعل سرزد ھوتا تو کیا تم گنہگار نہ ھوتے ؟ میں نے جواب دیا کہ ضرور ھوتے ۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ نیکی کرنے پر تو ثواب کی امید رکھتے ھو ، کیا برائی سے بچنے پر ثواب کی امید نہیں رکھتے ؟ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شر کو خیر پر قیاس فرمایا ۔ اور یہ اصول بتایا کہ „ حکم الشئی حکم نظیرہ ۔

۲ ۔ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے باپ بہت بوڑھے ھیں ۔ وہ حج نہیں کر سکتے ۔ کیا ان کی طرف سے میں حج کر سکتا ھوں ۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر تیرے باپ پر قرض ھوتا تو کیا تو اس کو ادا کرتا ؟ اس نے جواب دیا ۔ جی ھاں ۔ آپ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے حج کر ۔

۳ ۔ ایک روایت میں ھے کہ حضرت عمر نے ایک بار روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا ۔ اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں حکم دریافت کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ جیسے روزہ کی حالت میں پانی سے کلی کرنے میں کوئی حرج نہیں ھے ، اسی طرح بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں(۱۵)

۴ ۔ ایک حدیث میں ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کی اجازت دی ، اور اس کا سبب یہ بتایا کہ بلی ان جانوروں میں سے ھے جو کثرت سے گھروں میں آتے جاتے ھیں ۔ آپ نے بلی کے جوٹھے کی طہارت کا حکم قرآن مجید کی اس آیت پر قیاس کر کے دیا تھا :

لیس علیکم ولا علیھم جناح بعدھن طوافون علیکم بعضکم علی بعض (نور ۔ ۵۸)

ان اوقات کے علاوہ نہ تم پر گناہ ھے اور ان لونڈی ، غلاموں اور لڑکوں پر

کوئی گناہ ھے ، کیونکہ یہ لوگ خــدمت کی غرض سے بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے ھیں ۔ کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس ۔

اس آیت کی رو سے تین ممنوعہ اوقات کے علاوہ لونڈی ، غلاموں اور بچوں کو گھر مــیں ھــر وقت آنے جــانے کی اجازت ھے ، انھیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ، کیونکہ کام کاج سے وہ بار بار آتے جاتے ھیں ۔ عدم استیذان کا سبب طواف (گھر میں بار بار آنا جانا) ھے ؛ اس آیت سے استدلال کرتے ھوئے امام سرخسی فرماتے ھیں اشتراک علت کی بنا پر ایک واقعہ سے متعلق حــکم کا اطلاق دوسرے پر بھی ھو سکتا ھے ۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مسائل کے بارے میں احکام موجود نہ ھوں قیاس کرنے کی تعلیم دی ھے(۱٦)

۵ ۔ قیاس کی حجیت ثابت کرنے کے لئے ابن نجیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ھے : حکمی علی الواحد حکمی عــلی الجماعة ۔ ایک شخص کے بارے میں جو میرا فیصلہ (حکم) ھو وھی جماعت کے بارے میں بھی ھے(۱۷)

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ھوتا ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض امور میں خود بھی قیاس سے کام لیا تھا ۔

علماء اصول نے صحابہ و تابعین کے عمل سے بھی حجیت قیاس پر استدلال کیا ھے ۔ ان کے نزدیک حجیت قیاس پر صحابہ کا اجماع ھے ۔ تابعین اور ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کا اس پر مسلسل عمل رھا ھے(۱۸)

آثار صحابہ سے استدلال کرتے ھوئے امــام ابــو بکــر جصاص نے دو امــور کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ھے ۔ اول یہ کہ کسی صحابی نے قیاس کا انکار نہیں کیا ۔ نیز تشریعی امور میں ان میں سے کسی نے بھی رائے و قیاس سے کام لینے پر کسی پس و پیش اور تأمل سے کام نہیں لیا ۔ قیاس کی صحت پر سارے صحابہ کا اتفاق تھا ۔ امام ابو بکــر جصاص نے اس سے یہ نتیجہ اخــذ کیا کہ صحابہ کرام رســول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ھدایت کے مطابق ھی اجتہادی امور میں رائے و قیاس سے کام لیتے ھوں گے ۔ اگر آپ نے اس کی ممانعت کی ھوتی تو کبھی اس کی جرأت نہ کرتے ۔ دوم یہ کہ حجیت قیاس پر صحابہ کا اتفاق خود ایک حجت ھے ۔ اس سے انحراف کی اجازت نہیں(۱۹)

ابوبکر جصاص نے حضرت عمر کے خط سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے۔ اور اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ قیاس کا استعمال اپنی فقہی اور فنی صورت میں صدر اسلام سے ہی شروع ہو گیا تھا ۔ عمر ابو موسی اشعری کو مخاطب کرکے اپنے خط میں فرماتے ہیں : وقس الامر عند ذلک ۔ کسی مسئلہ میں خوب غور و خوض کرنے کے بعد ایک مسئلہ کو دوسرے مماثل مسئلہ پر قیاس کرو۔ اس کے بعد ابوبکر جصاص نے کثیر تعداد میں صحابہ کے آثار نقل کئے ہیں ۔ اور ان سے وہ حجیت قیاس پر استدلال کرتے ہیں (۲۰)

ابو الحسین بصری ، فخرالدین رازی ، ابن دقیق العید ، ابن عقیل ، اور صفی الھندی نے اپنی تصانیف میں حجیت قیاس کے بارے میں صحابہ کے آثار ، اور تعامل سے متعلق بکثرت روایات جمع کر دی ہیں ۔ اور ان کی بنیاد پر قیاس کی حجیت کو ثابت کیا ہے (۲۱) ۔

علماء اصول نے حجیت قیاس کو عقلی طور پر ثابت کیا ہے۔ امام ابوبکر جصاص نے احکام کی تین قسمیں کی ہیں ۔ اول وہ جو عقلاً واجب ہیں ، اور شریعت نے تاکید کے طور پر انہیں فرض بتلایا ہے جیسے توحید باری ، صداقت رسول ، شکر منعم ، عدل و انصاف وغیرہ ۔ دوم وہ جو عقلاً حرام ہیں اور شریعت نے تاکیداً ان کو حرام بتلایا ہے ، جیسے کفر ، ظلم ، جھوٹ ، اور تمام ایسے امور جن کو عقل بھی برا کہتی ہے۔ ان دونوں قسموں سے متعلق احکام شریعت اور عقل دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ان میں کوئی نسخ اور تبدیلی بھی نہیں ہو سکتی ۔ تیسری قسم مباحات کی ہے ان سے متعلق امور کو عقل نہ فرض بتلاتی ہے نہ حرام ۔ لیکن شریعت کے ذریعہ ان کے حسن و قبح کے بارے میں ہمیں علم ہوتا ہے۔ مباحات کے بارے میں اللہ تعالی نے اختیار دیا ہے کہ اپنے نفع و نقصان کے کے مطابق اپنی رائے و اجتہاد سے ان میں تصرف کریں جیسے تجارتی معاملات ، سفر ، کاشتکاری ، حلال کھانوں میں سے کسی خاص کھانے کا انتخاب ، علاج معالجہ ، دوائیں ۔ ان سب کا انتخاب ہماری رائے و اجتہاد پر مبنی ہے۔ ہم جس میں اپنی جیسی مصلحت دیکھیں ویسا کریں ۔ ان میں سے جن چیزوں سے آدمی کو نفع ہوتا ہے ان کو حاصل کر تا ہے۔ جن سے نقصان ہوتا ہے ان سے پرہیز کرتا ہے۔ ان کا حسن و قبح انسانی عقل سے متعین ہوتا جو چیزیں اس کے لئے نفع بخش ہیں وہ اچھی ہیں ، اور جو نقصان دہ ہیں وہ بری ۔ ان مباحات کا تعلق مصالح سے ہے۔ اس لئے ان میں نسخ و تبدیلی جائز

ہے۔ چنانچہ انہی امور میں جدید مسائل اور نئے پیش آنے والے واقعات میں جن کے بارے میں منصوص احکام موجود نہ ہوں عقلاً اجتہاد کرنا جائز ہے (٢٢) ۔

ابوالحسن کرخی (متوفی ٣٤٠ ھ) نے احکام کی دو قسمیں بیان کی ھیں ۔ وہ احکام جو نصوص میں مذکور ھیں ۔ ان کو وہ منصوص علیہ یا اصول کہتے ھیں ۔ دوسرے وہ احکام جو نصوص ھیں مذکور نہیں ھیں ، بلکہ مجتہد ان کو مقررہ اصولوں کے مطابق خود مستبط کرتا ہے۔ یہ احکام حوادث سے متعلق ھیں ۔ نئے پیش آنے والے واقعات لامحدود ھیں ، اور منصوص احکام محدود ھیں ۔ اس لئے عقلی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ استنباط احکام کے لئے اجتہاد ناگزیر ہے۔ استنباط احکام کے تین طریقے ہو سکتے ھیں ۔ ایک مجتہد اپنے ظن و تخمین سے ان کا استنباط کرے ۔ دوسرے یہ کہ کسی سند و اصل کی طرف رجوع کئے بغیر محض اپنے وھم و گمان سے ان کو معلوم کرے ۔ تیسرے یہ کہ جو منصوص احکام ھیں ان کی علت معلوم کرکے ان پر قیاس کرے ۔ علماء اصول نے پہلے دو طریقوں کو خود ھی مسترد کر دیا ہے ، اور تیسرے طریقہ کو تسلیم کیا ہے۔ اسی کو قیاس کہتے ھیں (٢٣) ۔

فخر الاسلام بزدوی حجیت قیاس کو عقلی طور پر ایک دوسرے طریقہ سے ثابت کرتے ھیں ۔ وہ قیاس کو مقدمہ کی عدالتی کارروائی سے تشبیہہ دیتے ھیں ۔ ایک مقدمہ مدعی ، مدعا علیہ ، گواہ ، گواھی ، قاضی اور فیصلہ پر مشتمل ھوتا ہے۔ قیاس میں بھی یہ تمام چیزیں موجود ھیں ۔ قیاس کے طریق عمل میں منصوص احکام خدا کی طرف سے گواہ (شہوداللہ) ھیں ۔ ان احکام کی علت شہادت ہے۔ قیاس کرنے والا مجتہد طالب یا مدعی ہے۔ جسم انسانی محکوم علیہ ہے۔ انسان کا دل حاکم ہے۔ قیاس سے جو نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے وہ مقدمہ کا فیصلہ یا مطلوب ہے ۔ فخر الاسلام بزدوی کا اس تمثیل سے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مقدمات کے فیصلہ کا جیسے ایک طریقہ کار مقرر فرمایا ہے۔ اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مقدمات کے فیصلہ کے لئے قضاء سے متعلق احکام کی پیروی کریں ، اسی طرح اس نے استنباط احکام کے لئے قیاس کا طریقہ مقرر کیا ہے ،اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایسے امور جن میں شرعی احکام موجود نہیں ھیں قیاس سے کام لے کر شرعی احکام دریافت کریں ۔ امام بزدوی کے نزدیک بھی قرآن مجید کی آیت فاعتبروا یا ولی الابصار (حشر ۔ ٢) کی رو سے مسلمانوں پر قیاس فرض ہے (٢٤) ۔

شمس الائمه کردری (متوفی ۵٦۳ ھ) نے امام بزدوی کی اس تمثیل کا طہارت کے حکم پر اطلاق کرکے اس کی مزید توضیح کی ہے۔ سورہ نساء کی آیت ۴۳ میں یہ حکم ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص جائے ضرورت سے فارغ ہو ، یا تم عورتوں سے ملے ہو ، پھر تم پانی پر قدرت نہ پاؤ تو ایسی حالت میں تم پاک مٹی کا قصد کرو ، اور اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو ، یعنی تیمم کرو۔ اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جسم میں نجاست نکلنے کے ، جو دو راستے ہیں ان سے نجاست نکلنے کے سبب انسان نجس ہو جاتا ہے۔ اور نماز ادا کرنے کے لئے اس کو وضو یا غسل کرنا چاہیے ۔ اسی پر قیاس کرکے فقہاء نے یہ حکم نکالا ہے کہ نجاست ان فطری راستوں کے علاوہ دوسرے مقامات سے نکلے ، جیسے ناف وغیرہ ، اس صورت میں بھی اس کو وضو کرنا چاہیئے ۔ اس مثال میں سورہ نساء کی آیت شاہد ہے۔ خروج نجاست اس حکم کی علت ہے۔ طالب یا مدعی مجتہد ہے۔ مطلوب طہارت ہے۔ حاکم انسان کا دل ہے۔ محکوم علیہ جسم ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اس لئے شاہد ہے کہ اس کا حکم عمومی ہے۔ کسی دوسری آیت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حکم استثنائی ہے۔ اور اس پر قیاس نہیں ہو سکتا (۲۵) ۔

ابوالحسن بصری جو ایک معتزلی فقیہہ ہیں کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے دلائل سے قطع نظر ہمیں حجیت قیاس کا ثبوت عقل سے ہی ملتا ہے۔ اپنے اس دعوی کے ثبوت میں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں : جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کسی نص میں حکم کی علت یا امارہ شرعیہ (حکم کی علامت) موجود ہے ، اور حسی یا عقلی طور پر ہم یہ ادراک کرتے ہیں ، یہی علت یا حکم کی علامت کسی دوسری چیز یا مسئلہ میں موجود ہے تو اس کا منطقی تقاضا یہ ہے ان دونوں چیزوں یا مسئلوں کی علت ایک ہے ۔ ۔

احکام میں علت یا حکم کی علامت (امارہ شرعیہ) کے وجود اور اس کے تعدیہ کے حکم ہمیں حرمت شراب کی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ حرمت شراب کی علت نشہ ہے۔ نبیذ اور دوسری نشہ آور اشیاء کو اسی علت کی بنا پر حرام کہا گیا ہے ، ورنہ ان کی حرمت کے لئے قرآن مجید میں کوئی علیحدہ حکم موجود نہیں ہے۔ اس کو وہ ایک دوسری مثال سے سمجھاتے ہیں ۔ کسی مکان کی دیوار جھک رہی ہو اور ظاہری آثار سے یہ یقین ہو جائے کہ یہ دیوار گرنے والی ہے۔ اس جھکی ہوئی دیوار کے سائے میں بیٹھنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں ہلاکت اور مضرت کے آثار موجود ہوں آدمی اس جگہ سے احتراز کرے (۲٦) ۔

ابوالحسن بصری نے اپنی اس دلیل میں حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل نکات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱ ۔ قیاس کی حجیت عقلی و منطقی طور پر ثابت ہے۔

۲ ۔ دو چیزوں کی علت مشترک ہونے کی بنا پر انہیں باھمی طور پر مماثل اور مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

۳ ۔ شراب کی حرمت اس کے نشہ آور ہونے کے سبب ہے۔ عقل بھی اسی کی متقاضی ہے۔

۴ ۔ اس حکم کا اطلاق عقلی اور منطقی طور پر جملہ نشہ آور اشیاء پر بھی ہونا چاھیئے ، کیونکہ ان سب کی علت ایک ہے۔

۵ ۔ ظاھری علامات و آثار علت کی تعیین میں معاون ثابت ہوتے ھیں ۔

امام غزالی نے حجیت قیاس کو فلسفی انداز میں ثابت کیا ہے۔ قیاس کے مخالفین جو اس پر اعتراضات کرتے ھیں انہوں نے ان کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ اور ان کے تمام اعتراضات کے جواب دیئے ھیں ۔ اصول فقہ کی تقریباً تمام کتابوں میں اس پر مفصل بحثیں ملتی ھیں ۔ تاھم امام غزالی نے قیاس کی حجیت کو شرعی دلائل کے علاوہ اجماع اور عقلی دلائل سے بھی ثابت کیا ہے۔ ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے :

شرعی احکام کے استخراج اور ان پر عمل کرنے کے اعتبار سے ماضی میں دو طبقے رہے ھیں ۔ ایک طبقہ مجتہدین اور مفتیین کا تھا ، جو ان امور سے اجتہاد کرتے جن کے بارے میں قرآن و سنت میں احکام موجود ہوتے ۔ استخراج احکام میں وہ رائے و قیاس سے کام لیتے ۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا تھا جن میں اجتہاد کرنے کی اھلیت نہیں تھی ، بلکہ اس معاملہ میں وہ مجتہدین پر اعتماد کرتے تھے اور ان کے استنباط کئے ہوئے احکام پر عمل کرتے تھے۔ رائے و قیاس سے استخراج احکام پر انہیں کوئی اعتراض نہ تھا ۔ اس طرح رائے و قیاس سے اجتہاد کے ذریعہ استنباط احکام پر اجماع منعقد ہو گیا ۔

مجتہدین جن مسائل سے متعلق اجتہاد کرتے تھے وہ دو قسم کے تھے ۔ ایک وہ جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں قطعی نصوص موجود تھیں ۔ دوسرے وہ جن کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی حکم موجود نہ تھا ۔ مجتہدین نے ان مسائل کے بارے میں قیاس کے ذریعہ جو احکام دریافت کئے وہ قطعی نہ تھے ۔ اس قسم کے مسائل میں انہوں نے اپنی فہم و بصیرت اور عقل و رائے سے کام لیا ، اور اسی میں وہ حق بجانب تھے ۔ مجتہد پر

فرض ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں قطعی و یقینی دلیل موجود ہو تو اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے ۔ اور اس کو نہ چھپائے ۔ دلیل قطعی کو تسلیم کرنے میں کسی کو اعتراض نہیں ہوتا ۔ اگر کوئی شخص اس کی مخالفت کرتا ہے تو اس کو فاسق ، آثم ، او ملحد سمجھا جاتا ہے۔ اور ایسے شخص پر کوئی اعتماد نہیں کرتا ، اس لئے اس کو فتوی دینے کی بھی اجازت نہیں ہوتی ، ایسے ہی وہ لوگ بھی جنہیں قطعی دلائل کا علم تھا اور انہوں نے ان کو چھپائے رکھا ۔ اور خاموشی اختیار کی وہ بھی فاسق سمجھے جاتے ہیں ۔ اس کلیہ کے پیش نظر اب ہم اس بات پر غور کریں کہ صدر اسلام میں اگر صحابہ اور ان کے بعد آنے والے مجتہدین قطعی دلائل کو چھپاتے تو کیا وہ فاسق نہ کہلاتے ؟ یہ بات واضح رہے کہ قطعی شرعی دلیل عقلی دلیلوں کی طرح نہیں ہوتی ۔ عقلی دلیلوں کا سمجھنا بعض اوقات مشکل ہوتا ہے۔ اور اکثر وہ عقلاء پر مخفی رہتی ہیں ۔ لیکن قطعی شرعی دلیل بالکل ظاہر ہوتی ہے۔ اپنے معنی ، مفہوم اور مدلول میں واضح ہوتی ہیں ۔ ان میں کسی طرح کی گنجلک اور خفا نہیں ہوتا ۔ ان کے معنی و مراد میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ قطعی دلائل موجود ہوتے ہوئے صحابہ کرام رائے و اجتہاد سے کام لیتے اور ان دلائل کو چھپا لیتے یا یہ دلائل ان پر مخفی رہتے ؟ آخر کیا سبب ہے کہ صدر اسلام میں صحابہ و تابعین نے بے شمار مسائل میں رائے و اجتہاد سے کام لیا ، اور اس اجتہاد کے سبب خود ان کے درمیان احکام میں اختلاف ہوا ، جو آج تک چلا آ رہا ہے۔ (۲۷) ۔ اس دلیل سے امام غزالی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اجتہاد میں رائے ، عقل ، بصیرت ، اور فہم سے کام لینا ایک انسانی ضرورت ہے ، جس سے چھٹکارا ممکن نہیں ۔ اگر ہر ہر مسئلہ میں قطعی و منصوص احکام موجود ہوتے تو صدر اسلام میں فقہاء و مجتہدین قطعی و ظاہری احکام کو چھوڑ کر رائے و اجتہاد سے کام نہ لیتے۔

قیاس کو حجت ماننے والوں کے درمیان خود اختلاف ہے کہ اس کی حیثیت کیا ہے۔ اس میں تین نظریئے پائے جاتے ہیں ۔

۱ ۔ جمہور فقہاء ، متکلمین اور معتزلہ کے نزدیک عقلی و شرعی (عقلیات و شرعیات) دونوں قسم کے امور ہیں قیاس کرنا جائز ہے۔

۲ ۔ اہل ظاہر کے ایک گروہ کے نزدیک قیاس صرف عقلی امور میں جائز ہے۔ شرعی میں نہیں ۔

۳ ۔ کچھ مفکرین کا خیال ہے کہ عقلی امور میں قیاس جائز نہیں ۔ صرف ان شرعی

امور میں جائز ہے جن کے بارے میں نصوص اور اجماع موجود نہ ہوں۔

جمہور علماء اصول کے نزدیک قیاس کی حجیت سمعی ہے، یعنی قرآن و سنت کی نصوص سے ثابت ہے۔ قفال اور ابوالحسن بصری کے نزدیک عقلی ہے۔ سمعی نہیں ۔ جو نصوص اس کی حجیت کو ثابت کرنے کے لئے پیش کی جاتی ھیں ان کی حیثیت ثانوی ہے۔ اور ان سے استدلال موضوعی ہے ۔ حجیت قیاس کے بارے امام احمد بن حنبل سے دو متضاد قول نقل کئے گئے ھیں ۔ داؤد و ظاھری، نظام، روافض اور اھل ظاھر قیاس کے منکر ھیں ۔ اور اس کو دلیل شرعی نہیں مانتے (۱۸) ۔

حوالہ جات

۱ ۔ امیر بادشاہ ۔ تیسیر التحریر ۔ قاھرہ ۔ مصطفی البابی الحلبی واولادہ ۔ ۱۳۵۱ ھ، ج ۔ ۳ ص ۳۔شیخ احمد۔ ملا جیون ۔ نور الانوار ۔ دھلی ۔ مطبع علیمی ۔ ۱۹۳٦ ۔ ص ۳ ۔ ٦

۲ ۔ امام شافعی ۔ رسالۃ شافعی فی اصول الفقہ ۔ بولاق ۔ مطبعہ امیریہ ۔ ۱۳۲۱ ھ ۔ ص ٦٦ ۔ ٦۹

۳ ۔ ایضا ۔ ص ۸

۴ ۔ ابوبکر جصاص ۔ الفصول فی الاصول (تحقیق سعید اللہ قاضی) ۔ لاھور ۔ مکتبہ علمیہ ۔ ۱۹۱۸ ص ٦۳ ۔ ٦۸

۵ ۔ ایضا ۔ ص ٦۸

٦ ۔ لفظ اعتبار کے لغوی معنی کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ھو، صحاح جوھری، لسان العرب، تاج العروس، مادہ عبر

۷ ۔ ابوبکر جصاص ۔ الفصول فی الاصول ۔ محولہ بالا ایڈیشن ۔ ص ٦۹

۸ ۔ شمس الائمہ سرخسی ۔ اصول السرخسی ۔ قاھرہ ۔ دار الکتاب العربی ۔ ۱۳۷۲ ھ ج ۲ ۔ ص ۱۳۹

۹ ۔ عبید اللہ بن مسعود ۔ صدر الشریعہ ۔ التوضیح ۔ قاھرہ ۔ دار العہد الجدید ۔ ۱۹۵۷ ۔ ج ۲ ۔ ص ۵۴

۱۰ ۔ فخر الاسلام بزدوی ۔ اصول البزدوی ۔ کراچی ۔ نور محمد کارخانہ تجارت ۔ ۱۹٦٦ ۔ ص ۲۵۰

۱۱ ۔ شوکانی ۔ ارشاد الفحول ۔ قاھرہ ۔ ادارہ الطباعۃ المیزیہ ۔ ۱۳۴۷ ھ ۔ ص ۱۷۷

۱۲ ۔ ایضاً ۱۸ ۔ ص ۱۷۵ ۔ ۱۷۷

۱۳ ـ امام شافعی ـ رساله ـ محوله بالا ایڈیشن ـ ص ۶۸ ـ ۶۹

۱۴ ـ ابوبکر جصاص ـ الفصول فی الاصول ـ محوله بالا ایڈیشن ـ ص ۶۹ ـ ۷۷

۱۵ ـ ایضا ـ ص ۷۸ ـ ۷۹

۱۶ ـ شمس الائمه سرخسی ـ اصول السرخسی ـ محوله بالا ایڈشن ـ ج ۲ ـ ص ۱۳۰

۱۷ ـ ابن نجیم ـ فتح الغفـار بشرح المنار ـ قاهره ـ مصطفی البابی الحلبی واولاده ـ ۱۹۳۶ ـ ج ۳ ـ ص ۱۰

۱۸ ـ ابو الحسین بصری ـ کتاب المعتمد ـ دمشق ـ المعهد العلمی الفرنسی للدراسات العربیه ـ ۱۹۶۴ ـ ج ۲ ـ ص ۲۶۷

۱۹ ـ ابوبکر جصاص ـ الفصول فی الاصول ـ محوله بالا ایڈیشن ـ ص ۸۱

۲۰ ـ ایضـا ـ ص ۸۱ ـ ۸۵

۲۱ ـ ابوالحسین بصری ـ کتاب المعتمد ـ محوله بالا ایڈیشن ـ ج ۲ ـ ص ۲۳۷ ـ شوکانی ـ ارشاد الفحول ـ محوله بالا ایڈیشن ـ ص ۱۷۸

۲۲ ـ ابوبکر جصاص ـ الفصول فی الاصول ـ ص ۹۳ ـ ۹۴

۲۳ ـ ایضاً ـ ص ۹۶ ـ ۹۷

۲۴ ـ بزدوی ـ اصول البزدوی ـ محوله بالا ایڈیشن ـ ص ۲۴۸ ـ ۲۵۰

۲۵ ـ عبدالعزیز بخاری ـ کشف الاسرار ـ قسطنطنیه ـ ۱۳۰۷ هـ ج ۳ ـ ص ۹۹۰

۲۶ ـ ابوالحسین بصری ـ کتاب المعتمد ـ ج ۲ ـ ص ۲۴۷ ـ ۲۵۷

۲۷ ـ امام غزالی ـ المستصفی من علم الاصول ـ قاهره ـ المکتبة التجاریة الکبری ـ ۱۹۳۷ ـ ج ۲ ـ ص ۵۹ ـ ۶۰

۲۸ ـ شوکانی ـ ارشاد الفحول ـ محوله بالا ایڈیشن ـ ص ۱۷۵ ـ ۱۷۸